رجسٹرڈ نمبر ل ۷۸۳



M.B.KHAN ARTIST, UDDAWAN LUCKNOW

ہر بیماری کا علاج خود کر لو

[illegible] کی بنائی ہوئی کتاب مجربات [illegible] بڑے بڑے حکیموں [illegible] اور [illegible] کے [illegible] سے ہر [illegible] ہو جائیگا اور اگر وہ [illegible] نسخے مندرج ہیں [illegible] قیمت فی کتاب مجلد [illegible] محصول [illegible] صاحب [illegible] شریف اردو [illegible] علم [illegible]

المشتہر منیجر دفتر [illegible] حکمت علی گڈھ [illegible]

گورنمنٹ رجسٹرڈ ہائیڈروپیتھک انسٹی ٹیوٹ میرٹھ میں
طب یونانی، ایلوپیتھک، ہومیوپیتھک، ہائیڈروپیتھک کی
تعلیم اور سرٹیفکٹ دیے جاتے ہیں۔ یوروپین اور ہندوستانی
قابل اور تجربہ کار پروفیسر تعلیم دیتے ہیں۔ بورڈنگ
لائبریری کلینک وغیرہ کا انتظام عمدہ ہے۔ علوم مذکورہ
سے واقف اصحاب بسہولت امتحان دے کر سرٹیفکٹ حاصل
کرتے ہیں۔ ۲/ کا ٹکٹ بھیج کر پرنسپل

ہائیڈروپیتھک انسٹی ٹیوٹ میرٹھ سے

پراسپکٹس طلب کیجیے

قصہ ہے یا ظرافت کی جان

اردو میں آج تک اس قصہ کا مثل نہیں ہے

بھیجو!

یہ پُر از ظرافت قصہ اودھ پنچ کے ساتھ مسلسل شائع ہوتا رہا ہے اس کے صفحات بطور فائل علٰحدہ بھی مرتب کیے گئے ہیں۔ ابتدائے ۱۹۲۱ء سے جو حضرات اودھ پنچ کے خریدار ہیں انھوں نے مسلسل مطالعہ کیا ہوگا لیکن ماہی اور ششماہی خریدار اودھ پنچ قصہ کی ابتدا سے ناواقف ہوں گے۔ یہ مرتب فائل ان کے اشتیاق کو پورا کر سکتا ہے۔

قیمت علاوہ محصول ڈاک [illegible]

المشتہر
منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ایک فلسفی

یعنی

مرحوم مولانا کرامت حسین سابق جج ہائی کورٹ الٰہ آباد کے کارنامہ [illegible] مصنفات یہ دو نادر تصنیفات ہیں جنھوں نے اردو زبان کو علمی زبان بنا دیا ہے ملک کے ہر ایک بچہ کو پڑھانا ہے اور اسلام کا آدمی بنانا ہے اگر خود پڑھیے تو زندگی کی قدر و قیمت بڑھ جائے۔

علم الاخلاق۔ مسلم گرلز اسکول کے کورس میں داخل ہے اردو یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے نصاب تعلیم میں شامل ہے مجلد قیمت مع محصول ڈاک ...... عہ

افراد کا سبب۔ [illegible] کے مطالعہ کی چیز ہے [illegible]
الدین [illegible] الکون یعنی [illegible]
امور عامہ۔ عربی فلسفہ [illegible] کا کارنامہ [illegible]
دائمی خریداروں کو کمیشن معقول دیا جائے گا۔

المشتہر:- منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

فرنچ طلا

کمی، لاغری اور کمزوری کے لیے نفع بخش ہے اور یہ قوت پیدا کرتا ہے۔ خوشبودار اور ملذذ بھی ہے تندرست اور معمولی مریضوں کے لیے عجیب تماشا اس کے لگانے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ اور روز اول کیفیت خاص محسوس ہوتی ہے قیمت [illegible] نمونہ کا بکس صرف [illegible] مع محصول ڈاک۔

ماربل اینڈ کمپنی پوسٹ بکس ۸۹۳
رنگون ملک برما

سیاحت ظریف

یعنی
منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی
کا
منظوم سفرنامہ عراق

[illegible] شاعری کی شاعرانہ استادی [illegible] قیمت فی جلد [illegible] ٹکٹ بھیج [illegible]

المشتہر:- منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سرکار سے رجسٹری کیا ہوا

سدھا سندھو
بلا انوپان کی دوا

[illegible] کی دوا [illegible] جس کو صرف چند قطرے پانی میں ڈال کر پینے سے [illegible] قیمت فی شیشی [illegible] ڈاکٹروں حکیموں اور عطاروں کو نمونہ مفت ملے گا۔

دودھ پلانے والی [illegible] کیسری [illegible] کی دوا

[illegible] کرنے والی یہ ایک دوا ہے قیمت فی شیشی [illegible] ایک ساتھ منگا لے سے [illegible]

بال سدھا

[illegible] بیمار رہنے والے بچوں کو [illegible] دوا کو منگا کر [illegible]
بڑی فہرست منگانے پر ہر ایک کو مفت ملے گی۔ ہر شہر میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔

پتہ:- سکھ سنچارک کمپنی متھرا

حمائل مترجم مع تفسیر اردو

[illegible]

ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی [illegible] حاشیہ پر [illegible] احکام و مسائل قرآن [illegible] اول و آخرین کی [illegible] اول نمبر [illegible] کاغذ [illegible] ہوگی ہے [illegible] رسول کریم [illegible] و جلد [illegible] اور [illegible] قرآن [illegible] جلد [illegible] اول [illegible] قرآن شریف [illegible] کے نمونے مفت روانہ ہوں گے +

نور محمد کارخانہ تجارت کتب [illegible]
[illegible]

جلد ۹ مضامین عنبر نمبر ۸

جمعہ ۲۲ فروری سنہ ۱۹۲۴ء

غزل

ہم اپنے چھپنے کے لئے کا بھلا کب کام کرتے ہیں
وہ کیوں ہر اک سے شاکی ہیں ہمیں بدنام کرتے ہیں
صدائے جیل اور گاہ تمہی کی ہے ہیں بیچتے پھرتے
تمہارے ہجر میں ہم یوں بسر ایام کرتے ہیں
فسانہ آہوے دل آنکھ والے گیسوؤں والے
کبھی بادام کے بوتے کبھی بادام کرتے ہیں
وہ مشرق ایشیا یا تھی جسکو سب جانا ہیں
ستمگار وہ جہاں پر یک نظر ضرغام کرتے ہیں
حکیم اور ڈاکٹر سب آجکل انکے معالج ہیں
بہار اور وہ خوش ہو کے مشت ادہام کرتے ہیں
ارادہ تھا کہ روز وصل بھیجیں وائے بدبختی
خبر سید پڑے پائی ہے کہ وہ حمام کرتے ہیں
عقلیا کو لالائن اس گھڑی غش سکھاتی ہیں
جو کھانا نوش فرماتے پہ لالہ گھام کرتے ہیں
ہے کاندھی کی بیرہ سیری مسلمانی پہ شک ان کو؟
دکنی ضبر کیوں وہ دعوت حمام کرتے ہیں
جلو بازار معشوق میاں خفاش دل اپنا
سنا ہے پانچ بوسوں پر کھڑے نیلام کرتے ہیں

خفاش کرانی

معیار زبان

نمبر ۳ (بقیہ ۱۵ فروری سنہ ۱۹۲۴ء)

۱۳۔ ادب ۔ ادب کے جاننے کی ہر اہل زبان کو ضرورت ہے اسکی متعدد شاخیں ہیں کتب لغت میں تصریح کردی ہے ۔ مثلاً صرف ۔ نحو ۔ لغت ۔ فصاحت ۔ بلاغت ۔ معانی ۔ بیان ۔ بدیع ۔ عروض وغیرہ اور بغیر مہارت علم ادب زبان داں ہونا غیر ممکن ہے ان سب شاخوں کا کتب ادبیہ میں بیان ہوتا ہے اُردو کی صرف و نحو کی کتابیں موجود ہیں مگر افسوس ہے کہ بڑا حصہ ان کا ان لوگوں نے مرتب کیا ہے جنکی تحریر سے یہی بہتر تھا کہ وہ زحمت تحریر گوارا نہ کرتے ۔ معانی و بیان و بدیع کی کتابیں بھی ہیں مثلاً صہبائی کی حدائق البلاغۃ کا ترجمہ اُردو میں کردیا ہے اور بجائے اشعار فارسی کے اشعار اُردو مثال میں تحریر کیے ہیں ۔ عروض میں منشی قدر نے مرزا محمد جعفر صاحب اوج مرحوم اور دیگر حضرات نے کتابیں تحریر کی ہیں ۔ لغت علی اوسط رشک اور امیر مینائی کی موجود ہے مگر یہ سب ذخیرہ کو اسکے لیے ہے جو ادب اُردو کا اکتساب کرنا چاہتا ہے وہ بے بہرحال اسکے جسکو اُردو آتی ہی نہیں اور نہ اُردو حاصل کرنا چاہتا ہے بلکہ جو زبردستی چاہتا ہے کہ ہم کو اُردو کا اہل زبان مان لو ۔ اپنے عیوب کا اعتراف نہیں ۔ (یا احساس ۔ ما نقصان نہیں) بلکہ یہ کدوکوشش ہے کہ ہم تو جاہل ہی رہیں مگر لوگ ہم کو ماہر جان لیں ۔ حالانکہ سنجیدہ لوگ جو ماہرین علم ادب ہیں انپر انکا فسوں کارگر نہیں ہو سکتا ان کو تو انکے عیوب اور خامیاں فوراً معلوم ہو جائیں گی البتہ عوام و جہال ان کے ہم آواز ہو جائینگے اور کثرت رائے انکی طرف ہو جائیگی لیکن یہ معیار کثرت کیا موثر ہوگی ۔

کثرت رائے اور معیار فہمیدہ ۔ سنجیدہ ۔ ذی لیاقت نفوس کی مسلم ہے ورنہ ہر زمانے میں برے بہ کثرت اور اچھے بہ قلت ہوتے ہیں جتنے سول جیل میں قیدی ہوتے ہیں اتنے اس شہر کے کالج میں طالبعلم نہیں ہوتے مگر کبھی طلب سے اور زیادتی جرائم پیشہ سے حسن ارتکاب جرم کی معیاری نہیں ہوتی

ادیان مذہب ۔ قومی لیڈر ۔ ہمیشہ معدودے چند ہوتے چلے آئے ہیں لاکھوں نہیوں نے ان کو برا کہا ہے تو کیا وہ لوگ برے ہو گئے ۔ ہر ملک کے ساتھ کچھ خصوصیتیں ہوتی ہیں خصوصاً زبان ہی کے متعلق نہیں بلکہ تمام معاشرتی امور کے ساتھ ہمارے یہاں کے عطر بعض اقوام کو تکلیف دہ ہیں اور انکی خوشبوئیں ہمارے مشام کے لیے بدبو ولایت سے جو ڈبوں میں مچھلی آتی ہے اور جسکو بڑے بڑے جلیل القدر نوش فرماتے ہیں انکی بو اور ہیبت ہند کے ہمارے دماغ ہرگز عادی نہیں اور اگر کھالیں تو قے کردیں ۔

سنا ہے کہ یورپ میں ایک خاص رسم ہے کہ گرجے میں شادی کے رسوم ختم ہونے کے بعد ایک شخص جو دولہا کا گہرا دوست ہوتا ہے اور اسکو بیسٹ مین (Best man) کہتے ہیں وہ تمام براتیوں کے سامنے دولہن کے رخسار پر بوسہ لیتا ہے ۔ اس رسم کے مصالح جا ہے جو بھی ہوں مگر ایشیائی تہذیب میں اسکو رواج دینا بڑی ہمت کی بات ہے ۔ ایک قاضی صاحب اپنی جورو کا منہ چومتے تھے اور محلہ والوں پر احسان جتاتے تھے آجتک بیچارے ضرب المثل ہیں اگر محلہ والوں یا دوستوں سے منہ چمروانے کی خدمت لیتے تو معلوم نہیں کہاں تک نوبت پہنچی ۔

ہر قوم یا مذہب کے رواج اس قوم و مذہب کے لحاظ سے ہوتے ہیں دوسرے قوم و مذہب کا آدمی ان کو نہیں لیتا بعض ہندو قوموں میں جب کوئی بڈھا بڑی عمر کا ہوکے مرتا ہے تو اسکی میت کے ساتھ باجے بجتے ہیں گانا ہوتا ہے اگر کوئی مسلمان بھی انکی نقل اُتارے اور دادا جان کے تابوت کے ساتھ باجے گاجے اور رقص و سرود کا انتظام کرے تو یہ کسقدر بے محل جدت ہوگی ۔ متعدد باد سے جنکا مسلمان کا ساتھ ہے مگر ایسے رسوم اب تک متحد نہیں ہوئے علے ہذا القیاس زبان اُردو جس میں آدھے سے زیادہ عربی الفاظ ہیں خصوص تعلق عرب سے بالکل علیحدہ ہے ۔ عرب نیچرل مضامین اپنی شاعری میں صرف کرتے ہیں جس ایشیا سفیر میں ہیں وہ بالکل محدود ہے گھوڑا اونٹ پہاڑ ۔ میدان ۔ بارش ۔ ابر وغیرہ کے منظر پیش کرتے ہیں مگر فارسی یا اُردو لٹریچر تے انکی پوری

پوری پوری تقلید نہیں کی ہے۔

متنبی شاعر نے طرز شاعری عرب میں کچھ جدت کی تھی اور تخیل سے زیادہ کام لیا تھا تو عرب نے کہا کہ یہ طرز ہمارا نہیں ہے اسمیں تو فارسیت ہے۔ چنانچہ آجتک متنبی کا کلام اُس پایہ کا نہیں کہا جاتا جیسا کہ حماسہ و ابو تمام وغیرہ کا۔ جو لوگ عربی میں شعر کہتے ہیں وہ متنبی کے طرز سے بالارادہ بچا کرتے ہیں۔

پھر اب اُردو نے کیا خطا کی ہے کہ اسکی ٹوپیاں پسلیاں توڑی جائیں اور جو طرز اسکا مقبول ہے وہ ترک کرکے اسکی اصلیت (اور جبلیتی) شاعری جائے اور انگریزی شاعری کی نقل کی جائے۔

کچھ حضرات نے بے قافیہ کے شعر تصنیف کیے تھے اور بلینک ورس کو اُردو میں جاری کرنا چاہا تھا مگر کیا اُسکا رواج ہوگیا ایک بزرگ کا یہ شعر کس قدر معنی خیز اور نیچرل ہے ؎

ہاتھی کو بڑا کیا بڑا ہے
بچے کو کھڑا کیا کھڑا ہے
آدمی کو چلایا چلتی ہے روز
اور دال گلائی گلتی ہے روز

یہ جناب شاعر نے وحدانیت خدا اور حمد پروردگار میں فرمایا ہے کاش خیال کر لیا ہوتا کہ ؎

دندان تو جملہ در دہانند
چشمان تو زیر ابروانند

کی حلیت میں زبان تند ہے۔

عربی شعرا نیچرل شاعری میں مشہور ہیں لیکن انھیں میں سے ایک عربی شاعر کا قول ہے ؎

کاننا والماء من حولنا
قوم جلوس حولهم ماء

(گویا ہم ہیں اور پانی ہمارے گرد ہے اس طرح جیسے ایک قوم بیٹھی ہو اور اسکے گرد پانی ہو) تشبیہ وجہ شبہ مشبہ بہ اور مشبہ بالکل ایک ہے اس سے زیادہ سچائی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے مگر ابن الوردی شاعر نے اس سچائی پر تبرا مانا وہ کہتا ہے ؎

وشاعر اوقد الطبع الذکی له
فکاد یحرقه من فرط اذکاء

اقام یجهد ایاماً قریحته
وشبه الماء بعد الجهد بالماء

(یہ بھی عجب شاعر ہے ذکاوت طبع کی تیزی کو بیانتک نہ سنکا یا کہ فرط ذکاوت سے طبیعت جلنے کے قریب ہوگئی مدتوں کاوش کرکے نہ دو سارا مگر پانی کی تشبیہ میں پانی ہی ملا) شگفتگی زبان کا اسقدر ... بغیر کمال علم ادب کے غیر ممکن ہے علوم متذکرہ بالا کا جاننا ہر ادیب (لٹریری مین) کو واجب ہے، محاورات زبان اور تعبیر حسن کلامی کے لیے ضرورت اور زبان کے اُردو کا بھی ایک مرکز مقرر کرنا پڑے گا اور اگر ہر شہر ہر قریہ مرکز بنا لیا جائے گا اور ہر فرد مدعی ہو جائے گا کہ بلا لحاظ کسی شرط کے ہم زباندان ہیں اگرچہ زبان اُردو کے ہم ماہر نہیں ہیں مگر السنہ دیگر میں ہم کو دستگاہ ہے تو اُردو نثر و نظم تقریر و تحریر ایک خیر و کتاب شے ہو جائیگی ایک فرقہ جس عبارت یا شعر کی صحت کے شواہد پیش کرے دوسرا فرقہ اسکی غلطی ثابت کرے گا اور اسی کے شواہد افرنیش پیش کرے گا۔ کوئی ان کے مناظرہ اور مباحثہ کا جج نہیں ہو سکے گا۔ جیسا کہ کسی مقام کا قصہ مشہور ہے کہ وہاں کا ایک باشندہ لکھنؤ وارد ہو گیا اُسکی سافرزاری یوں کی گئی کہ زبان اُردو جو لکھنؤ میں بولی جاتی ہے اسکی نکتہ چینی شروع ہوگئی اس بیچارے نے سکوت کیا۔ مگر اب روئے خطاب معترض صاحب کا اسکی طرف ہوگیا اور سوال کیا کہ کیوں جناب لکھنؤ والے کیچ کو کیچڑ کیوں کہتے ہیں یہ ایک ڑے کیوں بڑھائی ہے آخر اسمیں کیا فصاحت ہے۔ اس نے مجبور ہوکر کہا کہ ذرا چ تر سے (ڑ) نکال کر فقط زخم جو ہوئی ہے اُسپر غور کیجیے تو مصلحت معلوم ہو جائے۔

اسکے علاوہ اور خرابیاں ہیں ایک زبان عامیانہ ہوتی ہے مثلاً آٹھ آنے کو بازاری آدمی دھیلی کہتے ہیں مگر فصحا کا یہ محاورہ نہیں ہے۔

ایک زبان عورتوں کی ہے جو سوائے انکے مخصوص قول کے (یعنی پردہ نشین گوشہ نشین) مردوں کے کلام میں مستعمل نہیں ہے۔ مگر بعض زباندان اس طرز سے ناواقف ہیں اگر کہیں محاورہ نسواں سن لیا تو اسکو دل میں دے دیتے ہیں عورتیں جب تک کسی مرد سے نہیں سن لیتی ہیں کہ چاند ہوا اُس وقت تک خود "چاند" کا لفظ منہ سے نہیں نکالتی ہیں بلکہ کہتی ہیں "اوپر والا" ہوا یا نہیں۔ مگر ہمارے زباندان صاحب "چاند" اور "اوپر والا" کو مرادف جانتے ہیں ماشاء اللہ شعرا ہیں تو "چاند" کو عمداً اوپر والا فرماتے ہیں۔

یہ سب خرابیاں فقط اس وجہ سے ہیں کہ اپنی جہالت کا اعتراف نہیں کرتے جن چیزوں پر دستگاہ موقوف ہے اسکو اکتساب کرنے میں زحمت و تکلیف ہے جسکا متحمل ہونا نہیں چاہتے مرکز زبان سے معیار زبان سے بہت دور ہیں۔ آزادی پسند طبیعت ہے اس دردسری سے گھبرا کے اپنی جہالت کو خس پوش کرتے ہیں اور ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بناتے ہیں۔

ممکن ہے کہ زمانہ جاہل پسندان کا ہم خیال ہو جائے مگر کامیابی ان کو اسی دن ہوگی جس دن میر۔ سودا۔ مومن۔ غالب۔ حسن۔ انیس۔ آتش۔ دبیر۔ ناسخ وغیرہ کا کلام صفحۂ روزگار سے معدوم ہو جائے اور سائی پالسی کے بیہودہ گو حضرات کا کلام اسکے عوض میں رائج ہو جائے۔

راقم
ان نیچرل شاعر

چٹھا

منجانب سنعلق آرا بیگم
بنام
مسٹر ریزے سیکڑا انڈے

ابی ریزے صاحب میری جنگی آپ کیا جانیں کہ بندی کون ہے مگر آپکی شکل ...

کے واسطے کسی جان پہچان کی ضرورت ہوتی تو آپ ہندوستان کے نام پیغام سلام کی تکلیف نہ اٹھاتے۔ آپ کیا جانیے میاں ہندوستان کون ہیں انکا ارادہ کیا ہے وہ آپکی بات کو منظور کرینگے یا نہ کرینگے آپ نے پیغام بھیجدیا۔ اخبار والوں نے اسے چھاپ دیا۔ مثل مشہور ہے "بانہ اسکی گالی کس پر؟" کہا جو پیچھے پھر کے دیکھے اسپر۔ میری بھی وہی ہائی ہے۔ آپ کے پیغام کو میں نے سنا اور یہی سمجھی کہ ہو نہو آپ مجھ ہی سے کچھ کہہ رہے ہیں۔ اور مجھے آسان لفظوں میں جواب دینا چاہیے۔ آپ کہتے ہیں کہ:۔

"میرا تناسین آیا رہنے اپنی سیاسی زندگی میں میں نے تو یہی دیکھا کہ ترقی اور مضبوط ترقی کا ایک ہی تدبیر ہے جسے لوگ آئینی یا سیاسی ذریعہ کہتے ہیں جن لوگوں نے ہڑبونگ مچا یا بلوہ کو پھیلایا اور اچھا پچھتا کے پھر اسی ڈھرے پر آرہے جسکو چھوڑ کے انھوں نے شورہ پشتی مار دھاڑ و جنگے فساد پر کمر باندھی تھی۔ "بانٹے جی پچھتائینگے پھر وہی چنے کی کھائینگے" ہندوستان سے مجھے ایسی امید نہیں لیکن اگر اس نے آئین کو چھوڑا اور ہٹ دھرمی پر آمادہ ہوگیا تو انگریزوں کا کوئی جتھا اس بات سے راضی نہوگا نہ اسکی مدد میں آئے گا۔"

آپ کا یہ قول منطق کے کسقدر خلاف ہے اور کوئی تجربہ کار گھاگ ایسی بات منہ سے نکالتا تو اسکو لوگ احمق بناتے۔ سنیے صاحب آپ اگر بڑے تجربہ کار و دانشت کار ہیں تو بندی نے بھی دھوپ میں چونڈا سفید نہیں کیا ہے۔ اسے رکھو تو جانے دیجئے کہلائے۔ کچھ تھوڑا بہت ہوش بھی رکھتی ہوں بالکل ان پڑھ یا جاہل نہیں ہوں۔ میں اپنے قول کو آپ ہی سے بھی کرسی نشین کر سکتی ہوں اور کتابوں میں لکھے ہوئے قصوں سے بھی ان دونوں طریقوں سے یہی ثابت ہوا کہ حاکموں کو آئینی اعتدال کا خیال اسوقت تک نہیں آتا جب تک اچھی خاصی کشتم کشتا نہیں ہو لیتی۔ یا اس طرح سمجھیے کہ آئین اسوقت ماننے کے قابل ہوتا ہے جب کہ مانگنے والے اور دینے والے دونوں میں ایکا ہوجائے۔ کوئی آئین یک طرفہ نہیں چلتا۔ جو آئین یک طرفہ ہو اور جسکی بنیاد "تیرا سو میرا میرا سو میں ہی" پر قائم ہو ہمیشہ جھگڑا پیدا کرتا ہے۔

اب میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ آپ کس آئین پر چلنے کا ہندوستان کو حکم دیتے ہیں کیا کوئی آئین ایسا ہے جسمیں کی پابندی کرنے سے کسی نہ ماننے والے کو ہم اپنی وہی بات منوا سکیں۔ آپ کا حافظہ ٹھیک ہو یا نہ ہو مگر خدا کے فضل سے میرا اچھا ٹھکانے ہے۔ اگر آپ ڈیوک آف کناٹ کے اس حکم پر کہ "معاف کرو اور بھول جاؤ" عمل نہیں کرتے ہیں تو میں آپ کو جلیانوالے باغ کا وہ قصہ یاد دلاتی ہوں۔ بھلا جو لوگ جلیانوالے باغ میں خالی خولی ایک سرکاری قانون (رولٹ ایکٹ) اور وہ بھی کالے قانون پر ناراضی ظاہر کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے انھوں نے کہاں ڈاکا ڈالا تھا کس قانون کو توڑا تھا کب ہتھیار بجے تھے جو آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ ستھراؤ کر دیا گیا؟ اور اس ستھراؤ کر دینے کے بعد مرنے والوں اور ان کے وارثوں کے اختیار میں کون سا آئین تھا جسکی پابندی کر کے وہ اپنی داد کو پہونچتے اور ظلم کرنے والوں کو "بیداد" کا مزا چکھاتے۔ اوڈوائر کو پھانسی پر چڑھاتے یا ڈائر کو (دوام حبس) کی سزا دلاتے۔ بڑے لاٹ صاحب کی ایک چھوڑ چند سفارشیں کر دیتے کہ دشمنوں کے دماغ پر چربی چڑھ گئی تھی وہ اتر جاتی جنکی طبیعت ذرا سی بات پر تنے ہوئے اکڑسی آپے سے باہر ہوگئی۔ اچی چاپی چڑھانا یا سزا دینا تو بڑی بات ہے ہندوستانیوں کو آپ کوئی ایسا قانون ہی بتائیے جس کے واسطے سے وہ ان ہٹ ہیکڑ خانوں سے معافی ہی منگوا سکتے ہوں۔ ہندوستانیوں کو یہی تو شکایت ہے کہ آئینی طریقے سے انکو آگے بڑھنے کی کوئی راہ نہیں ملتی۔ وہ ایک ایسا آئین مقرر کرنا چاہتے ہیں جس سے مظلوم کو دادخواہی اور ظالم کو سزا کا مزا مل سکے۔ آپ بڑے آئین باز ہیں تو بتا دیجیے کہ جب ایک آئینی کونسل نے نمک پر محصول بڑھانے کے خلاف رائے دی مگر وہ رائے گدھے کی لات سمجھی گئی اب کون سا آئین ہے جس پر چلیں اور یہ زبردستی کا ڈانڈ نہ دینا پڑے۔ دیکھیے خدا لگتی کہیے۔ میں عورت ذات ہوں لڑائی بھڑائی دنگے فساد سے ہمیشہ ڈرتی رہتی ہوں آپ اگر ایک مرتبہ فساد سے منع کرتے ہیں تو میں سو دفعہ منع کرتی ہوں مگر جب میرے کانگریسی سزا یافتہ بچے مجھکو قائل کرتے ہیں کہ اماں جان بتاؤ تو سہی آخر کیا کریں نہ حاکم ہماری سنتا ہے نہ قانون ہمارے آنسو پونچھتا ہے تو گردن جھکا لیتی ہوں۔ اور اپنے نام و ننگ آبرو کی لاج رکھنے پر مجبور ہو جاتی ہوں۔ آپ نے خود اپنے پیغام میں آگے چل کے کہا ہے کہ:۔

"یہ کوئی شخص عقل و معقول کے سمجھنے میں بھولے بھٹکے نہیں۔ صاحب انقلاب ہی ہے چاہے کوئی قوم خود ملک کے میدان میں آکے کاوزبردستی کرے یا ستم بالائی بن کے دوسروں کے ظلم اٹھائے دونوں حالتوں میں انقلاب کی خواہش سمجھی جائے گی۔ اور ہندوستان سے ہمدردی رکھنے والے انگریز منہ پھیر کے پیٹھ دکھا جائینگے۔"

اسکے معنے یہ ہوے کہ نہ ہاتھ پاؤں سے کرتب دکھاؤ نہ زبان ہلاؤ بلکہ مار کھانے بھی نہ آؤ کوئی قانون ایسا بھی نہ بناؤ کہ زبردستیوں سے بچا جسے قلم کی زبان پر بھی شکایت کا حرف زبان پر آیا تو ٹنڈیاں کسی جائینگی۔ ہمدردوں کی زبانی ہمدردی اور طوطا چشمی سنتے جاؤ یہی آئینی ترقی کا سامان ہے اسی سے جیتے جی سمجھ لیجیے۔ یا یہ کہ ہر ایک بات جس کسی انگریز کا منہ پھیرے خواہ انگریز کے نام سے کتنی کا تھوڑا ہی کیوں نہ ہو آئین کے خلاف سمجھی جائے گی۔ جہاں کہیں تہذیب کی سلطنت ہے وہاں ہڑتالیں ہوتی ہیں مارا ماری تک کے پیچھے بکے جاتے ہیں۔ بات جھنڈے پر چڑھائی جاتی ہے کار بار شبہ سمجھے جاتے ہیں۔ بیشک بہ جائز بھی ہے۔

اُٹھا پائی کشتم کشتا ہوتی ہے قینچے کی گرہ کھولیاں زور ہوتی ہیں۔ ناطقہ تنگ کیا جاتا ہے۔ عورت مرد سب ایک ہی رنگ کی ہولی کھیلتے ہیں۔ اسکا نام ہے آئینی جدوجہد اسی سے حق منوایا جاتا ہے یہی کہیں ہماری چالیں ہیں۔ اس چلن پر چلنے والے کبھی بہ تمیز شورہ پشت کے نام سے مشہور نہیں ہوئے کسی کو کمانسٹ کسی کو لبرل کسی کو ڈیماکریٹ کسی کو نیشنلسٹ کسی کو کنسرویٹیو بس یہ کمیونسٹ کو چانسی دینے کی کسی کو جرات نہ ہوئی۔ خود آپ نے اور آپکے مزدوروں نے کیا کم اودھم ہوتا ہے۔ ابھی حال ہی میں بارہ لاکھ کوئلہ والوں نے روزانہ مزدوری بڑھنے کے واسطے ہڑتال کرنے پر کمر باندھی ہے۔

یہاں کے رہنے والے بھی آپ ہی کے شاگرد ہیں مگر انھوں نے اپنا رنگ گورا نہیں کیا اور پہلے ہی سے لگے تال بے تال ناچنے۔ ہتھیار پاس نہ تھے۔ کوئی سلطنت نہ تھی۔ انکے ڈکٹیٹروں کی حکومت شریک نہ تھی انھوں نے صرف ایک چال سوچی اور گاندھی جی نے انکو اس ڈھرے پر لگایا کہ سیاں کر دو ہی جو اپنے جی میں ہے۔

"مار مار توری ہتھیلی پر پڑے موری عادت نہ جائے"

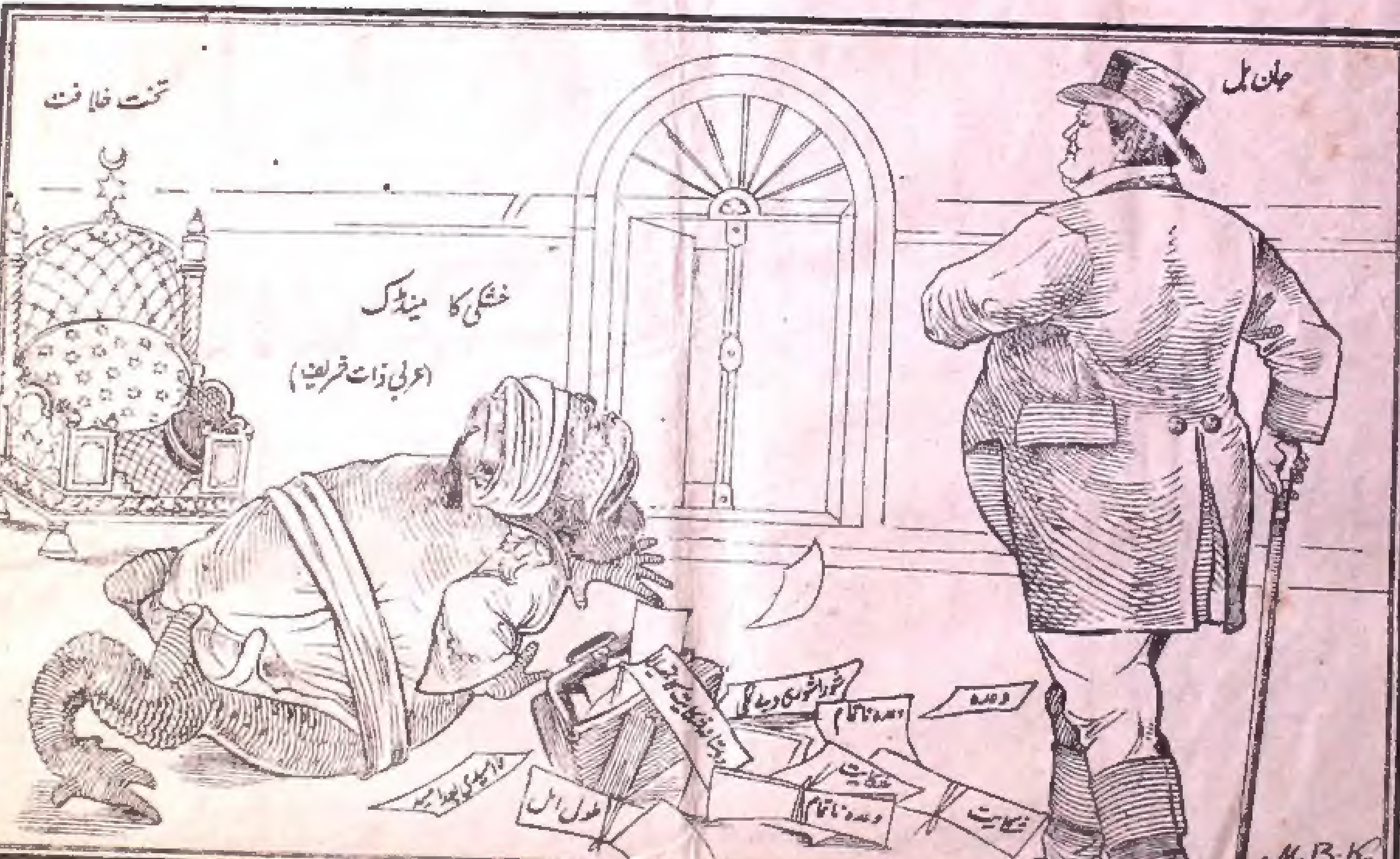
ظلم کرنے والے آپ ہی تھک جائینگے تم کو کسی پر ہاتھ اٹھانے کے گنہگار نہ بنو۔ جیلخانے بھیجیں تو سمجھو سسرال جاتے ہیں۔ آخر یہ چراغ گل ہو جائے گا۔ آپ کی عقلت کہتی ہے کہ یہ ترکیب بھی آئین کے خلاف ہے۔ ہم اس پیٹنے مارکھانے جیل خانے جانے سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے۔ ہم جو یہ حرکتیں کرتے تھے تو آئین کے اندر رہ کے اور تم جو یہ حرکتیں کرتے ہو تو آئین کے خلاف حکومت کے عدم کے خلاف ہے۔ بھلا یہاں سے کیسے گاندھی جی نے یا انکے ماننے والوں نے کبھی یہ کہا ہے کہ بادشاہ سلامت کی حکومت یہاں نہ رہے اگر کہا ہو تو بتائیے۔ جب انھوں نے یہ نہیں کہا تو بات صرف اتنی سی رہ گئی کہ تہذیب پھیلائیے ہم منع نہیں کرتے مگر چین سے بچے رہنے بھی آرام سے رہنے دیجیے۔ ہم بھی انسان ہیں جان رکھتے ہیں ہماری پود بڑھ رہی ہے پرورش کی نگرانی کے لیے ہمیں ضرورت ہے کہ ملک کی آمدنی کو

اب انھوں کے کہنے سے گھٹنے ٹیک دیں۔ آدمیوں کی فہرست سے نکل کے کتوں کی ٹولی میں ہمارا شمار ہو۔ ایسے حاکم جو ہمیں کتا سمجھتے ہیں اور جب ہمارے چوٹ لگتی ہے تو ان کا دل ذرا بھر نہیں کڑھتا یہاں سے کڑوی کوری کیے جائیں۔ ہتھکنڈوں کا بازار جو گرم ہے اسپر پانی کا چھینٹا دیا جائے۔ قانون قاعدے ایسے بنائے جائیں جو ہمارے مزاج کے موافق ہوں اور حاکم ایسے مقرر کیے جائیں جو شریف منصف مزاج ہوں۔

بھلا بتائیے اتنی سی زبان ہلانے پر مار دھاڑ شروع ہو گئی تو ہمیں ان بیچاروں کا کیا قصور اور جب کھنڈرائی ہو گئی تو بجز سوائے مار پیٹنے سہنے اور جیل میں چلے جانے کے اور کون سا آئینی طریقہ ان بیچاروں کے پاس رہ گیا۔ تاریخ کے ورق چاٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں کہیں آخر نہیں تھا یا انصاف کے خلاف کوئی قانون قاعدہ ہوتا تھا

برا نہیں کیا جب انگریز لوگوں نے اپنی جان بچانا نہیں کی وہ سادھو خلقت کی نرمی بھی اُدھر آئین نے انصاف کا رنگ بدلا جس زمانہ میں پوپ شاہی کی برکتوں کا پھریرا یورپ کے سر پر قائم تھا اس زمانہ کی تاریخ اٹھا کے دیکھیے وہ لوگ جو دنیا وما فیہا سے الگ تھلگ گھر کے اندر یا جنگلوں پہاڑوں میں بیٹھے بیٹھے رات کو ہمارے گھنٹے دن کو دھوپ اور آفتاب کا سایہ ناپتے تھے کسی سے بولتے تھے نہ چالتے تھے انکی دشمنی پر کمر باندھی گئی۔ آج اگر گلیلیو ہوتا تو فقایہ آپ بھی اسکے کان گرم کرنے کی ہنڈی کاٹتے آئین کے گھیرے سے پاؤں باہر نکالنا ہی منطق اور فلسفہ بنے رہے۔ وہ جو جیسی بگیں کی منڈیا ابھی اس جرم میں مروڑنے کی نوبت گیا کی لے بری ہے آئین خفا ہو جائے گا اوس کو بھی پہاڑ پر آئے کی شستی کا سی گئے گھل ہمارے گھر سے۔





مینڈک:۔ "میں نہیں کہتا کہ مجھے خلیفہ بنادو۔ مگر حال تخت خلافت خالی ہے اپنے وعدہ یاد کرو"

جان بل:۔ "اوں۔ اوں۔ کیا کہا؟ میں سمجھا کچھ مجھ سے کہتے ہو۔ شاید کوئی کام ہوا ہے"

ستقراطی فلسفہ کی کتابوں میں آگ لگا دو سب
آئین کے خلاف ہیں۔ وہ سائنس کو مردوں
کی چیر پھاڑ نہ کرنے دیتے اور کہتے کہ چل یہاں سے
دور ہو ہتیارے۔ لارڈ بیکن کی گت اس جرم پر
بناتے کہ اُسنے تجربی فلسفہ پر کتاب کیوں لکھی
اس کتاب سے سلطنت اُلٹ پلٹ جائے گی۔
یہ بات آئین کے خلاف ہے۔ کوپرنیکس کی
کان گوشی دگوشمالی کرتے کیپلر کے لتے لیتے نیوٹن
کو تپ دم کرواتے۔ ڈاکٹر ہاروی کی ضدیں
کھلواتے سر چارلس بل کو کوٹھری میں جوتے کہ تو
ملحد ہے لامذہب ہے تو رگوں میں خون دوڑانے
کی فکر میں ہے تو رگ پٹھے دیکھتا ہے یہ سب
آئین کے خلاف باتیں ہیں۔ اجی عزیزے صاحب!
ہندوستانیوں کا سر نہیں پھرا ہے کہ خواہ مخواہ مرنے
مارنے پر تل جائیں جب گڑگڑا کے مانگنے سے
کچھ نہ ملا تو کسیقدر کڑے ہیں۔ اکاکڑ پن کی مانگ کا
اسقدر نتیجہ ضرور نکلا کہ پھر مانگنے کا جواب سنا جب
اور غرّے ڈبے جائیں بیچھے دکھائے تو کچھ زیادہ
شنوائی ہوئی پھر ہارے کھانستے لوگوں نے مرنا
قبول کیا تو لے میرا بھائی تو جیل میں چل گئی تحقیقات
ہونے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ منڈ چڑا ہیں کوئی اچھی
بات ہے لیکن جہاں آئین میں لوگوں کی خواہش
پوری کرنے کی گنجائش ہی نہ ہو وہاں یہی مصیبتیں
پیدا ہوتی ہیں۔ ہندوستان کی حکومت کو پوپ
شاہی اختیارات دینے اور نادرشاہی حکم جاری کرنے
کا یہی پھل ہو سکتا ہے جب سے بنگال کی تقسیم
منسوخ کی گئی اسیوقت سے لوگوں کو یہ یقین
ہو گیا کہ رونے گانے سے کچھ نہیں ہوتا ہماری
دُنیا کا حال ہم بچاری پردے کی بیٹھنے والی
کیا جانوں۔ اپنے گھر کے ایک واقعے سے میرے
تو کان ہو گئے جب بنگال کی تقسیم منسوخ ہوئی تو
بڑے صاحبزادے گھر میں آئے اور کہنے لگے
کہ اماں اماں ایک ہاتھ پھیرو پیپو دم میں منہ کہا
مونس کی دوا کرو [illegible] آخری [illegible]
روپیہ کہاں سے آیا۔ [illegible] نے بہت

ضد کی پھر کہنے لگا "نہ دو گی؟" میں نے کہا "نہیں"
بس اتنا کہنا تھا کہ اٹھا اور آم کے پاندان ٹکڑے
کے راستے نالے میں پھینک دیا۔ لکڑی لی اور چھت
میں جھاڑ کنول جو لگے ہوئے تھے سب توڑ ڈالے
اب میں لاکھ چیختی ہوں کوستی ہوں مگر وہ نگوڑا کسی
طرح سماعت نہیں کرتا ہی کیے جاتا ہے "بھلا
دیکھیں تو کیونکر نہیں دیتی ہو؟" آخر میں نے پانچ
روپیہ حوالے کیے۔ اتنے میں چھوٹے صاحب کو ہوا
لگی کہنے لگے اب ہم کو بھی جو کچھ مانگنا ہوگا یونہی مانگیں گے
اتنے میں نواب صاحب آ گئے انھوں نے جو گھر کی
یہ حالت دیکھی تو مجھ سے کہنے لگے "یہ کیا ماجرا ہے"
میں نے کہا صاحبزادوں سے پوچھو۔ واہ کیا اچھی
تعلیم دلوائی ہے کہ نونہال ماں باپ کو ازاربند
ڈال کے پہنے لیتے ہیں" نواب صاحب مسکرائے
اور کہنے لگے یہ تعلیم ہم نے نہیں دی۔ یہ تعلیم سرکار نے
دی ہے تقسیم بنگال بھی اسی تعلیم کی بدولت منسوخ
ہوئی۔ رولٹ ایکٹ بھی اسی طرح رد ہوا۔
تم تو ہو بیوقوف لڑکے نے پانچ مانگے تھے بے عذر
ایک روپیہ حوالے کرتیں اور بہلا دیتیں کہ اگلے
مہینے میں تنخواہ آئے تو اور دوں گی بات بھی بنی
رہتی اور جھاڑ فانوس بھی بچتے۔ اس نصیحت
کے بعد انھوں نے ولایت کی مس سلویا پنکھرسٹ
اور دوسری سفرجیٹ عورتوں کی کہانی بیان کی
کہ ان بیچاریوں نے جب تک ناطقہ تنگ نہیں
کر دیا جو کچھ مانگتی تھیں نہیں پایا۔ اب جو کچھ وہ
مانگتی تھیں اسکا آئین بن گیا ہے۔ میں نے اس
حکایت کو سن کے کان پکڑے کہیے اور جھٹ
ڈولی منگا کے میکے روانہ ہو گئی۔ اب جو نواب صاحب
گھر میں آئے تو وہاں بھیروں ناچ رہا تھا۔ پوچھا
بیگم کہاں گئیں۔ مغلانی کے پاس میرا خط رکھا
ہوا تھا میں نے اُس میں لکھا تھا "نواب صاحب
اگر سیدھی طرح میرا مہر دیتا ہو تو میں اپنا
گاؤں اور باغ میرے نام لکھ دو ورنہ مسز سلویا
پنکھرسٹ والی ہی ہوگی" بیچارے نہ لکھتے تو
نہ گھستے۔ کان دبا کے دستاویز لکھ دی۔

عزیزے صاحب! آپ اگر ہندوستان کی خیر چاہتے
ہیں تو یہاں کے حاکموں کے کان کھول دیجیے کہ
جب کسی حق کی مانگ جانچ شروع ہو تو فوراً تسلی
دلاسے پر آمادہ ہو جائیں یہ نہ کریں کان سنی اَن
کان اُڑا دی حاکم بھی ذری ہوش گوش کیجیے
اور قانون بھی بدلیے تب تو یہ بس منڈے چڑھے گی
ورنہ ہمیشہ دھمکیاں دینے کی تکلیف آپ کو اٹھانی
پڑے گی۔ آپ تو خود تجربہ کار ہیں کانگریس کے
چلن دیکھیے۔ کانگریس کیسی خود رائی اور اپنے
گروہ کی اگلی پچھلی حالت پر نظر کیجیے۔ آپ کے
گروہ نے بھی کسی آئینی طریقے سے اپنا مقصود
پورا نہیں کیا لال جھنڈے والے شورش پر
آمادہ تھے اور نگوڑے بالشویکوں سے سازش
کی علت میں خدا جانے کتنے جکڑ بند کیے گئے ہیں
جب کہیں جا کے یہ دن نصیب ہوا ہے کہ روسیوں
سے حکومت نے صفائی کی۔ اپنا پوت پنگھوڑے
کا ڈھنگ۔ اب کوئی نہیں سنتا۔ خدا کرے لوگ
اپنا جھگڑا چھوڑ دیں اور آپ کی حکومت کے کان
کھل جائیں۔ جو ایک دفعہ کا کہنا سن لے اور
جھنجھوڑی کا انتظار نہ کرے۔

میں ہوں حکومت کی اور آپ کی خیر طلب
منغق آرا بیگم

تکیہ کلام

بعض الفاظ کچھ ایسے زبان پر چڑھ جاتے ہیں
کہ بلا ارادہ مُنہ سے نکل پڑتے ہیں چاہے برمحل ہوں
یا نہوں مثلاً۔ جو ہے سو۔ صاحب مہربان۔ کیا نام کے
آپ کا بیٹا ہے۔ کیا نام۔ کے۔ حضرت سلامت۔

اس بات خاص کا ۔ در حقیقت مخصوص بنی نفس الامر ایک صاحب کا سخن تکیہ تھا "آپ کے منہ میں" کہتے لگے سنا صاحب آپ کے منہ میں آج میرا غلام کھو گیا آپ کے منہ میں میں نے بھی ڈھونڈھا آپکے منہ میں آخر مل گیا آپ کے منہ میں پھر تو لے کے جوتا آپ کے منہ میں خوب خوب لگائے آپ کے منہ میں غرضکہ اس نے ڈھیر ... رہا آپ کے منہ میں ۔

جب سے انگریزیت چھائی ہے تکیہ کلام بھی بدل گئے ہیں ۔ مثلاً میں خیال کرتا ہوں ۔ میرے خیال میں آئی تھینک ۔ آئی سی ۔ مگر یہ سب الفاظ بلا ارادہ نکلتے ہیں دماغ ان کے غلط مصرف پر کبھی تنبیہ نہیں کرتا ۔ کچھ دنوں سے لوگوں نے ارادۃً بعض الفاظ کا استعمال شروع کر دیا ہے ۔ مثلاً جلیانوالے باغ کا حادثہ جب رونما ہوا تو "معاف کرو اور بھول جاؤ" کا فقرہ زبان پر چڑھ گیا ۔ لارڈ جارج صاحب نے ہندوستان کے متعلق تقریر فرمائی تو "معاف کرو اور بھول جاؤ" پر ختم کی ۔ ڈیوک آف کناٹ ہندوستان تشریف لائے تو "معاف کرو اور بھول جاؤ" کہا کرتے تھے ۔ کسی کی چندیا پر پھونک کے چپت جڑ دی اس نے سر اٹھا کے دیکھا چپت لگانے والے نے ہنس کے کہہ دیا معاف کرو اور بھول جاؤ ۔ یہ عام دستور رہ گیا ۔ اور اس وقت تک موقوف نہ ہوا جب تک مولپلوں کا واقعہ یا صوبہ اودھ میں بعض حکام کا قتل یا بعض شدید بلوے یا سرحدی شریر فرقوں سے ناقابل معافی جرم سرزد نہ ہوئے ۔ ان واقعات کے بعد سے "معاف کرو اور بھول جاؤ" کہنے میں زبان کو منقطع ہونے لگا ۔ یا شیفتگی کو معافی و فراموشی کو ایسے موقعوں پر کیا دخل ہے ۔ انھیں واقعات کے ذیل میں اہل ہند کے تکیہ کلام یعنی "عدم تشدد" بھول مقاطعہ ان کو اپریشن ۔ شدھی سنگھٹن وغیرہ بھی معدوم ہو گئے ۔ اور انکی جگہ فسادات ۔ سنگھٹن ۔ شدھی ۔ تبلیغ نے حاصل کر لی ۔

لارڈ ریڈنگ کا سخن تکیہ "انصاف" ہے ۔ اور مسٹر ریڈنگ سے میک ڈانلڈ کا تکیہ کلام "آئینی جدوجہد" ہو لارڈ ریڈنگ کا "انصاف" سمجھنے کی چیز ہے کہنے کی نہیں ہے ۔ یہ ایک دلیل صاحب اپنی ...

معشوق کے دہن وکمر کی گتھی سلجھے گی اس روز یہ مسئلے بھی حل ہو جائے گا ۔ اسکے علاوہ یہ مسئلہ بھی پیدا ہو گیا ہاں وزیر اعظم صاحب کا سخن تکیہ بھی سنا ہے معلوم نہیں کہ اسکو صاحب کے مشورے کو اس سخن تکیہ میں کسقدر دخل ہے ، اسکی معارت میں بھی کلام نہیں اسلئے کہ کونسل میں وہ لوگ گھس پڑے جو قطع تعلق کے ضابطہ پر اعتقاد رکھتے تھے ۔ سوراج آئینی طریقے سے طلب کیا جاتا ہے اور شاہ دکن نے آئینی طریقے سے "برار واپس دو" کا مسئلہ پیش کر دیا ہے ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آئینی جدوجہد کا سخن تکیہ ان دونوں باتوں میں کہاں تک مفید ہوتا ہے ۔ یہ بالکل ہی بقول تمہاری کیا رہ گیا ہے ۔ یہ سخن تکیہ دار وہ وبیش کے وقت کیا نام کے باقی رہے گا یا جس طرح "معاف کرو اور بھول جاؤ" کی طرح کیا نام کے کسی انتقامی کارروائی کے وقت حضرت سلامت من وعن مخصوص آپ کے منہ میں غائب ہو جائے گا ۔

ہم تو بھی چیمبرلن کے سخن تکیہ کو پسند کرتے ہیں وہ کہتے ہیں "اصلاحات کو آزما کے دیکھو" ہم بھی کہتے ہیں طبلہ ڈھول ہے بجا کے دیکھو ۔ گھر میں بھولی جانگ نہیں کھا کے دیکھو ۔ روپیہ کھوٹا ہے چلا کے دیکھو "آئینی جدوجہد کو آزما کے دیکھو" ۔

راقم

آپ کے منہ میں

مولانا پنچ کی نوٹ بک

برار کا مسئلہ چھڑا تو قیاس گرہوں و ہنگامہ خیز تھا ۔ نظام دکن کی تحریر تھا جو فولادی رسی کی طرح مضبوط ہے ولائل کا وزن بھی منطقی حیثیت سے مہینہ ریڈ ماسن یا ورنل ہیبیٹ ورہا ہے کامیابی و ناکامی قسمت کے ہاتھ ہے لیکن دارالسلطنت میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہ خوش نصیب تو نہ تھا یا وہ لارڈ ریڈنگ جنہوں نے برار کا دعوا ی ... نظام سے لکھا لیا ۔ یا لارڈ ریڈنگ جنکو

ذریعہ "ہزار ہا" کے عوض "آزادی پروں کو گھر سے بھاؤ" سے واسطہ پڑا ۔

نظام دکن اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ ذی معاملہ برار ریڈنٹی کی اب چنداں ضرورت نہیں یعنی جو معاہدہ برار پر قبضہ رکھنے کے واسطے کیا گیا تھا اب وہ بیکار سا ہو گیا ہے نئی اکمال عدل و انصاف کی ضرورت ہے ۔ ہائے ہائے پھر وہی سخن تکیہ ؟

پروفیسر رچرڈ نائب وزیر ہند ابھی "آئین" کی طرف متوجہ ہیں "عدل" کی طرف آپ کہتے ہیں بچہ رعایائے برار کا دل ٹٹولو ۔ کہ وہ کسے پسند کرتی ہے ۔ ہم سے تو برار کی ریڑھ سمجھی آبادی ہی اچھی ہے کہ انتخاب حکومت کا حق اسکو دیا گیا ۔ ہمزنا کے متعلق ترکوں نے یونان سے یہی کہا تھا ۔ مگر یونان اسپر رضامند نہ ہوا اور آخر ترکوں نے کہنا شروع کیا ۔

دل ہی تھے وہ بھی تجھ امتی سے بیزار کی تھی
اچھی صورت سے بھی قسمت کی برائی نہ گئی

نیا فقرہ افسوس ہے کہ غدر کے بعد سو تھا ورنہ بہت سی ہندوستانی ریاستوں میں یو لنگ بوتھ بنانے پڑتے اس فقرے میں پروفیسر رچرڈ نے ترکوں کی شاگردی اختیار کی ہے ۔

سعد دے کے قاتل اور مسٹر ینگ ارٹ کے صیدی نے پھانسی کا حکم سن لیا اور چلتے چلاتے دھمکی بھی دی کہ میرے ہر قطرہ خون سے ہزار ہا قصاصی بھوت پیدا ہونگے ۔ یہ شخص ہے واقعی ۔ گلا گھونٹ کر پھانسی کو خون کے قطرے سے کیا واسطہ ۔ یہ ڈر پھر گری کی تھی اسیواسطے رکھی گئی ہے کہ خونریزی کی مشہور ہتک آمیز لفظ کا استعمال نہ ہو سکے ۔

جرمنی کا معاملہ خانہ جنگی اب کی زور شور سے ظاہر ہے امید ہے کہ یہ آخری کشت و خون اصلاح کا لیا بالفاظ دیگر مساوات پر ختم ہو گا ۔ اگر مساوات کا قانون کامیاب ہو گیا تو پھر رو سے فرانسیسیوں کا بیک بینی و دو گوش ... اللہ پاک ذات اسکو ...

بعض ضروری امور کا اظہار

(۱) جو حضرات ایک آدھ پرچہ نمونہ کے طور پر منگاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ظرافت بھی اور واقعی جو جامع مضمون نگاروں کی قابلیت اڈیٹر کی استعداد سے انھیں کافی واقفیت ہو گئی انکی رائے اکثر صحیح نہیں ہوتی۔

ہمارا قاعدہ ہے کہ قاعدہ پرچہ دفتر میں تیار رہتے ہیں ان کو نمونہ میں صرف کر ڈالتے ہیں۔ طالب نمونہ کو اس ایک پرچہ میں اپنے مفید مطلب باتیں ملیں یا نہ ملیں اسکی پروا نہیں۔ لہذا کم از کم ایک سہ ماہی کے واسطے خریدار ہو جانا نمونہ طلب کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگر اس قلیل مدت میں ناظرین کو ظرافت کے ساتھ اخلاقی علمی و ادبی فوائد محسوس ہوں اور ہر ایک مضمون بھی انکے مذاق کے موافق نظر آئیں تو دام موصول۔ ورنہ پنچ ہی خوار نعمت کھائی، ما بخیر شما بہ سلامت۔

(۲) نمونہ پسند آنے پر وی پی کی فرمائش خواہ مخواہ ڈاکخانہ کو سخاوت دکھانے کے مساوی ہے ان حضرات منی آرڈر بھیجیے کہ ہم انتظار وصول زر قیمت سے اور آپ انتظار وصول پرچہ ناحق کی زحمت سے بچیں اور ڈاکخانہ کی جگہ چار آنہ بھی صرف نہ ہو۔

۳۔ بعض قدردان دفتر سے ختم مدت خریداری کی اطلاع پر توجہ نہیں فرماتے جب پرچہ بند ہو جاتا ہے تو ناراض ہوتے ہیں کہ کیوں ہمارا انتظار نہ کیا اب جتنے پرچے اس بیچ میں ناغہ ہو گئے سب اکٹھا بھیجو تاکہ فائل ناقص نہ رہے۔ انکی تعمیل ارشاد صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ فاضل پرچے دفتر میں موجود ہوں۔

(۴) جو پرچے ڈاکیوں کی نوازش سے گم ہو جائیں وہ صرف ۲ ہفتے تک دوبارہ بھیجے جا سکتے ہیں بعد اس کے ختم کی ضرورت نہیں اطلاع ہی پوسٹ کارڈ بھیجیے اور پرچہ منگائیے۔

(۵) اگر یہ پرچہ (پنچ) ایک کے لیے آپ کی رائے میں مفید ہے تو خود خریدار ہو جانے سے پورا حق قدردانی ادا نہیں ہوتا بلکہ اپنے احباب میں اسکی اشاعت کی امکانی کوشش بھی فرمایئے۔ خیر الناس من ینفع الناس۔

والسلام۔
منیجر

اعلان باحلف

دعا مفید المحبت مع روغنی ستر

ناظرین اگر آپ کسی معشوق کے مبتلا ہیں وہ آپ کو نہ ملتا ہو خواہ وہ دوست ہو یا محبت یا کسی حاکم افسر کو مہربان کرنا چاہتے ہو یا حسب منشا شادی کرنا چاہتے ہو فوراً اہل اسلام دعا محبت اور اہل ہنود روغنی ستر منگا کر آزما دیں روغنی ستر سے مطلب تین یوم میں اور دعا محبت سے ۲۱ یوم میں خود معشوق مل جاتا ہے دعا محبت صبح کے وقت صرف ایک مرتبہ پڑھی جاتی ہے جو پانچ منٹ میں ختم ہوتی ہے روغنی ستر تین یوم پڑھا جاتا ہے ہدیہ کچھ نہیں ویسے رو سارے عمر اور غربا سے عمر علاوہ محصول لیا جاتا ہے۔ اگر آپ اس حلفیہ اعلان پر بھی اعتبار نہ کریں آپ کی قسمت۔ جدید کتب زنجیر عشق کامل عمل رمنانہ دلفریب عمر مفتاح الشباب ۱۹ ماہ پیکر ۔ر لذت النساء با تصویر عمر ملنے کا پتہ:-

بہار عشق کبڈپو ڈاکخانہ نانوتہ ضلع سہارنپور

شرائط ایجنسی

(۱) روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائے گی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔ علاوہ خاص حالتوں کے بچا ہوا پرچہ واپس نہ لیے جائیں گے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) مجلدات اودھ پنچ ۱۹۱۲ء کی بہت ہی جلدیں مرتب ہو چکیں مشتاقین جلد طلب فرمائیں قیمت فی جلد للعہ مع محصولڈاک

(۲) جلد ۱۹۱۲ء کے وہ نمبر ان نمبروں میں انشا پردازی کے جوہر پر تروتازہ موجود ہیں عمر تقاضا مضامین کے مشتاقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی جلد عہ علاوہ محصولڈاک

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اگر ہماری دوا

چیچک نکلنے کے بچوں کو تین چار سال پلائی جائے تو ہم دعوی کرتے ہیں کہ عمر بھر ان کو

ایک مرتبہ نہیں

چیچک سے نجات مل جائے گی

یہ کوئی مضر چیز نہیں ہے۔ خواہ مخواہ ٹیکا لگانے اور آبلہ و بخار کی زحمت سے قطعی نجات۔ ایک بچہ کے استعمال کے قابل دوا کی قیمت عمر علاوہ محصولڈاک

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

نرخنامہ اشتہارات اودھ پنچ لکھنؤ (پیشگی)

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۰	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

متذکرہ بالا نرخنامہ رعایتی ہے اب کوئی رعایت کی گنجائش نہیں ہے۔ روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ اتفاقی اشتہارات کے لیے عمر فی سطر بمن یا نصف کالم کے سرکاری اشتہار کے لیے عمر روپیہ فی اشاعت

منیجر



ممتاز المطابع پریس وکٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ سے چھپکر باہتمام محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر شائع ہوا۔